تلخیص

(ABSTRACT)

Name of the Research Scholar	: ABU OMAIR
Name of the supervisor	: Prof. Q.O.R.HASHMI
Department	: Urdu
Title of the Thesis	: Delhi mein Urdu Ghazal aur Nazm ka Tanmqeedi Mutala

شعر و ادب کے ایک مرکز کے طور پر دلی کی حیثیت ہمیشہ مسلم رہی ہے۔ ادیبوں اور شاعروں کی ہر دور میں ایک ایسی تعداد یہاں ضرور رہی ہے جس نے اپنے ادبی اکتسابات سے دلی سے باہر کے لوگوں کو نہ صرف متاثر کیا بلکہ ادب و شعر کی دنیا میں اساتذۂ سخن کا رتبہ انہیں ملا۔ ادبی طور پر غیر معمولی خدمات کی وجہ سے دلی کی ادبی خدمات کا مختلف النوع مطالعہ پیش کیا گیا، نثر اور نظم دونوں حوالوں سے۔ البتہ میں نے اس مقالے میں اردو کی دو مشہور اصناف (غزل اور نظم) کے حوالے سے دلی کی خدمات کا احاطہ کرنے کی کوشش کی ہے۔ میرے اس مطالعے کا دائرہ ۱۹۳۶ تا ۱۹۸۰ ہے۔

اردو شاعری سے متعلق ہمارے یہاں یوں تو بہت سے مطالعہ کیے گئے جن میں کچھ تحقیقی مطالعے بھی شامل ہیں لیکن ان مطالعات کی نوعیت عام طور پر مخصوص دائروں تک محدود رہی یعنی ایسا تو ہوا ہے کہ اردو شاعری کی مختلف اصناف پر الگ الگ کام ہوئے۔ مثلاً کلاسیکی غزل، قصیدہ، مثنوی وغیرہ اور جدید عہد یا بیسویں صدی میں اگر ہم دیکھیں تو جدید غزل، جدید نظم، ترقی پسند غزل اور ترقی پسند نظم وغیرہ کو الگ الگ موضوع بنا کر مطالعے کیے گئے ہیں۔ ان مطالعات کی اپنی جگہ اہمیت اور معنویت ہے لیکن بہر حال انہیں کسی خاص صنف یا رجحان وغیرہ تک ہی محدود سمجھا جاتا ہے۔ اس روشنی میں میرے تحقیق کا موضوع اس لحاظ سے پہلے سے موجود مطالعات سے مختلف ہے کہ اس میں بیسویں صدی کے تقریباً پچاس سال (۱۹۳۶ تا ۱۹۸۰) کے عرصے پر محیط اردو غزل اور نظم کا تنقیدی مطالعہ پیش کیا گیا ہے۔ چونکہ ۱۹۳۶ سے پہلے تک کا عہد کلاسیکی عہد کے اختتام اور جدید عہد کی ابتدا کا نقطۂ اتصال ہے اور یہی وہ زمانہ ہے جہاں سے جدید اردو ادب کی تاریخ میں بالکل نئی جہات کا آغاز ہوتا ہے۔ ترقی پسند تحریک کی ابتدا کا بھی یہی زمانہ ہے۔ اس طرح اس تحقیقی مقالے میں بیسویں صدی کے اس عہد کو سمیٹنے کی کوشش کی گئی ہے جسے واضح طور پر جدید اردو شاعری کا عہد کہا جاتا ہے۔ اس میں ترقی پسند عہد اور جدید عہد (جدیدیت) دونوں شامل ہیں۔ علاوہ ازیں ترقی پسند عہد سے قبل شاعری کا ایک عبوری دور رہا ہے جسے نوکلاسیکی دور بھی کہا جاتا ہے۔ اسے بھی مطالعہ میں شامل کیا گیا ہے۔ آخر میں شاعرات دہلی کی خدمات کا تذکرہ ہے۔

یہ مقالہ پانچ ابواب پر مشتمل ہے۔ پہلا باب "۱۹۳۶ء سے قبل دہلی میں شعر و سخن کی روایت ایک اجمالی جائزہ" ہے۔ اس باب ولی دکنی سے شاگردان داغ تک کے نمائندہ شعرا کا تنقیدی مطالعہ پیش کیا گیا۔ ابتدا میں ولی سے متعلق بعض تاریخی تنازعات (دلی میں آمد، سال وفات، شاہ سعد اللہ گلشن سے ملاقات اور مشورہ وغیرہ) پر حقائق کی روشنی میں چند معروضات کے علاوہ استادی اور شاگردی کی روایت اور ایہام گوئی کے رد و قبول پر گفتگو کی گئی ہے۔ ایہام گوئی کے متعلق جو بھی بنیادی حوالے دیے گئے ہیں وہ شعرا کے کلام سے اس سلسلے میں رائج عام مفروضات یا معروضات کے بجائے براہ راست شعرا کے کلام سے استفادہ کیا گیا ہے۔ جب کہ دیگر معاملات میں مختلف تاریخی حقائق اور شواہد کو بروئے کار لایا گیا ہے۔ دوسرا باب "دہلی کے روایتی شعرا" ہے۔ اسے غزل کا عبوری دور بھی کہا جاتا ہے۔

روایتی شعرا کے یہاں کلاسیکی نظم وضبط اور فنی التزامات زیادہ ہیں۔ فنی ریاضت اور مشق کی وجہ سے ان کے یہاں زبان و بیان کی صفائی برجستگی اور روانی کا عنصر بھی نمایاں ہے۔ کلاسیکی مضامین کو وہ زیادہ روانی اور غیر معمولی ہنرمندی کے ساتھ باندھتے ہیں۔ البتہ ان کے یہاں فنی باریکیاں بالعموم پیش نظر رہتی ہیں۔ شعر گوئی میں انہیں مہارت تو حاصل ہے مگر ان کا شعری تجربہ بہت زیادہ فکری گہرائی اور تخیل پر مبنی نہیں ہوتا۔ حسن و عشق اور زندگی کے عام تجربوں کو ایک خاص انداز میں یہ شعرا پیش کرتے ہیں۔ نظم نگاروں کے یہاں بالعموم حب الوطنی، انسان دوستی، مناظر فطرت اور باہمی یگانگت کے موضوعات ملتے ہیں۔ پاکستان سے آنے والے شعرا کے یہاں اپنے وطن کی مٹی کی بوباس اور گزری ہوئی یادوں کی کسک زیادہ ہے۔ اس باب میں مخمور دہلوی، تلوک چند محروم، جگن ناتھ آزاد، گوپال متل، ساغر نظامی، عنوان چشتی وغیرہ کی غزلوں اور نظموں کا مطالعہ پیش کیا گیا ہے۔

تیسرا باب دہلی کے ترقی پسند شعرا پر مشتمل ہے۔ ترقی پسند تحریک مارکسی افکار وخیالات کے نتیجے میں پیدا ہوئی تھی۔ ترقی پسند تحریک نے ادب میں عوامی جذبات و احساسات کی ترجمانی کی، سرمایہ دار طبقے کی نہ صرف مخالفت کی بلکہ اس کے چکر میں بعض اصناف سخن سے نہ صرف پہلوتہی کیا گیا بلکہ اس کے تئیں اعراض کا رویہ اختیار کیا گیا، تحریک کے بہت سے علمبرداروں نے ادبی قدروں اور شعری وفنی نزاکتوں کے بجائے نعرہ بازی، خطیبانہ انداز اور گھن گرج کو ترجیح دی۔ تحریک آزادی کے سبب بھی ترقی پسند تحریک کو بہت زیادہ فروغ ملا مگر آزادی کے فوراً بعد تحریک نہ صرف اضمحلال کا شکار ہوئی بلکہ تنزل کی طرف مائل ہوئی۔ ترقی پسند تحریک کے نظریہ شعر و ادب کے لیے پریم چند، اختر انصاری، اختر حسین رائے پوری، احمد علی، سجاد ظہیر، پروفیسر احتشام حسین، ڈاکٹر خلیل الرحمن اعظمی، ڈاکٹر علیم، علی سردار جعفری، مجنوں گورکھپوری، آل احمد سرور اور ڈاکٹر یعقوب یاور کی تحریروں سے استفادہ کیا گیا ہے۔ اس باب میں سجاد ظہیر، کمال صدیقی، رفعت سروش، اجمل اجملی، نیاز حیدر، شہاب جعفری، غلام ربانی تاباں کی نظموں اور غزلوں کا مطالعہ کیا گیا ہے۔

چوتھا باب "۱۹۶۰ کے بعد بدلتا ہوا شعری منظرنامہ" ہے۔ یہ زمانہ خاصا انتشار اور اضطراب کا رہا ہے۔ یہ پورا عہد دراصل جدیدیت سے عبارت ہے۔ جدید شاعروں نے فنی اور فکری دونوں سطح پر تجربے کیے اور الفاظ و افکار کے تئیں جو ایک جامد تصور رواج پاچکا تھا، اس کے برخلاف ان شعرا نے بعض نئے تجربے کیے۔ اسی دور میں طویل نظموں کا سلسلہ بھی شروع ہوتا ہے۔ جدیدیت سے وابستہ شعرا نے جہاں ایک طرف اپنی شعری وادبی روایت کے پورے سرمایے سے استفادہ کی روایت قائم کی وہیں نئے کے چکر میں بعض ایسے تجربے بھی کیے جنھیں پسندیدگی کی نگاہ سے نہیں دیکھا گیا۔ اس باب کے ابتدا میں جدیدیت کے ناقدین اور اس کی حمایت کرنے والوں کی تحریروں کی روشنی میں نئے شعری رویے اور جدیدیت کے میلان پر گفتگو کی گئی ہے۔ خلیل الرحمن اعظمی، پروفیسر شمیم حنفی، شمس الرحمن فاروقی، وحید اختر، احتشام حسین، پروفیسر سید محمد عقیل، عبدالمغنی، فضیل جعفری اور میراجی کی تحریروں سے بطور خاص استفادہ کیا گیا ہے۔

اس باب میں بلراج کومل، عمیق حنفی، کمار پاشی، زبیر رضوی، بانی، شجاع خاور، کرشن موہن، حسن نعیم، من موہن تلخ، مخمور سعیدی، محسن زیدی، مظفر حنفی، عتیق اللہ اور امیر قزلباش کی نظموں/غزلوں کا مطالعہ کیا گیا۔

آخری باب "شاعرات دہلی" پر مشتمل ہے۔ دہلی کی شاعرات کے یہاں بالعموم روایت کا گہرا رنگ ملتا ہے۔ ان کی غزلیں حسن وعشق، حرماں نصیبی اور زندگی کی بعض ناہمواریوں پر مشتمل ہیں۔ شاعرات کے بیان میں کوئی ندرت یا فکر وخیال کا ایسا کوئی انوکھا پن نہیں ہے جس کی بنا پر انہیں خاص اہمیت کا حامل قرار دیا جاتا۔ اس باب میں اسما سعیدی اور بیگم ممتاز مرزا کی غزلوں اور نظموں کا مطالعہ پیش کیا گیا ہے۔

✪✪✪